خلاصہ

برائے مقالہ پی۔ ایچ ۔ڈی۔ بعنوان

سترہویں صدی کے نصف آخر کے ہندوستان کی سیاست اور معاشرہ میں علماء کا کردار

مقالہ نگار: علاءالدین خان

سترہویں صدی عیسوی کے نصف آخر کے ہندوستان کی سیاست اور معاشرہ میں علماء کا کردار بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ یہ وہ زمانہ ہے جب ہندوستان کی سیاست اور معاشرہ نے ایک نیا موڑ لیا۔ ترکوں کے ہندوستان میں آنے کے بعد سے علماء نے سیاست میں دلچسپی لی۔ اور تقریباً ان کا کردار یہی کردار ہندوستان میں مغل حکومت کے قیام کے بعد بھی برقرار رہا۔ اکبر نے صلح کل کی پالیسی اختیار کی اور کچھ ایسی اصلاحات کی جن کی وجہ سے علماء کی ایک بڑی تعداد مغل حکمرانوں کی مخالف ہو گئی۔ جہانگیر کا دور بھی کچھ ایسی ہی کش مکش میں گذرا، لیکن شاہجہاں کے دور سے علماء کو دوبارہ اہمیت حاصل ہوئی۔ اور اورنگ زیب کے بادشاہ بننے کے بعد جو سیاسی جوڑ توڑ شروع ہوئی اس سے علماء کی اہمیت میں اور اضافہ ہو گیا۔ دوسری طرف ہندوستانی معاشرہ میں بھی کئی تبدیلیاں شروع ہوئیں۔ ساتھ ہی مغل حکومت کے زوال کا سلسلہ بھی شروع ہوا چنانچہ علماء نے سیاسی اور معاشرتی اصلاحات کی طرف توجہ کی اور مختلف موضوعات پر کتابیں لکھیں۔

ہر عہد میں علماء ایک طبقہ اور کلاس کی شکل میں ابھر کر سامنے آئے اور اپنی حیثیت اور طاقت منوالی۔ دیوان قضا اور دوسرے مذہبی امور علماء ہی انجام دیتے تھے۔ مغل عہد کے تمام حکمراں علماء کے قدرداں تھے۔ بابر نے اپنی تزک میں علماء کی قدردانی کے احترام کا ذکر کیا ہے ہمایوں نے علماء کو لشکر دعاگویان میں رکھا تھا۔ اکبر اور جہانگیر دونوں علماء کے قدرداں تھے۔ شاہجہاں اہم عہدوں پر تقرری کے لئے ایسے افراد کو ترجیح دیتا تھا جو عالم ہوتے تھے۔ شاہجہاں نے علماء کے اثر سے شراب نوشی اور شراب سازی کی ممانعت کا بھی حکم دیا تھا۔

سلطنت اور حکومت میں جہاں مسائل پیدا ہوئے وہاں علماء نے اجتہادی انداز میں غور وفکر کرنے کے بجائے قانون کو حالات کے مطابق پیش کرنے کی کوشش کی۔ علماء ملوکیت کے طرف دار تھے اس طرح علماء کے اثر سے ملوکیت مسلم سماج میں جڑ پکڑتی گئی اور اس سمت میں علماء کی کوششیں کامیاب رہیں۔ مسلمانوں کی عمرانی، سیاسی و مذہبی زندگی میں علماء اہم کردار ادا کرتے تھے۔ علماء حکومت کے محکمۂ قضاۃ اور مذہبی مناصب پر فائز تھے، وہ علمی اور ثقافتی مسائل سے خالی الذہن ہوتے تھے۔ یہ اسلامی تعلیمات کی پاکیزگی کو برقرار رکھنے، ملت اسلامیہ کا تحفظ کرنے اور مسلم سلطنت وحکومت کو مستحکم کرنے کے لئے برابر فعال رہتے۔

زیر عہد مطالعہ میں کوئی ایسی مثال نہیں ملتی کہ علماء نے اجتماع کے ذریعہ یہاں کے مسائل کو طے کرنے کی کوشش کی ہو۔ بعض مسلم آسکی کہ ان کے ذہن میں اسلامی حکومت کا واضح اور صاف تصور نہ آسکا۔ اس پورے عہد میں علماء کی نا اتفاقی بھی کوئی باضابطہ سیاسی نظام پیش کرنے میں حائل ہوئی ۔جس کی وجہ سے ملت کی وحدت منتشر رہی۔

علماء کا ایک طبقہ ایسا بھی تھا جو حکومت سے لاتعلق رہتا تھا اور ضرورت کے وقت پوری بے باکی کے ساتھ اظہار خیال کرتا تھا۔ لیکن علماء کا ایک دوسرا طبقہ ایسا بھی تھا جو حکومت وقت سے تعلق رکھتا تھا اور جائز وناجائز کی تمیز کئے بغیر سلاطین اور بادشاہ کے ہر عمل کو جائز قرار دیتا۔ اول الذکر حق گوئی کو دینی خدمت سمجھتا اور بادشاہ کے غیر شرعی عمل کو تنقید کرتا تھا نیز بعض مواقع پر انتہائی راست گوئی اور بے باکی سے بادشاہ کو وعظ ونصیحت بھی کرتا تھا۔ موخر الذکر کی وجہ سے معاشرہ میں مشرکانہ رسوم کو فروغ ملا، سرکاری علماء حکمراں کو اپنی طرف دار بنانے کے لئے ہمیشہ کوشاں رہے۔

علماء کا صدر، محتسب، قاضی اور خطیب جیسے عہدوں پر تقرر ہوتا تھا، لیکن یہ حکومت کے کاموں میں براہ راست کوئی دخل نہیں رکھتے تھے ان کا اثر ورسوخ ضرور رہا، لیکن جہاں تک حکومت کی پالیسی کا تعلق ہے اس میں علماء کا کوئی عملی دخل نہیں تھا اور زمام حکومت ہمیشہ سیاسی طاقتوں کے ہاتھ میں رہی۔ لیکن جہاں تک مذہبی امور کا تعلق ہے تو یہ شعبہ ہمیشہ علماء کے سپرد رہا اور علماء کو غیر معمولی عزت بھی حاصل رہی علماء اپنی قابلیت اور صلاحیت کے باعث معاشرہ میں اثر ورسوخ رکھتے تھے۔ لیکن حکومت کی باگ ڈور بادشاہ کے ہاتھ میں ہی رہتی تھی۔ ضرورت کے وقت بادشاہ اور حکمراں علماء کے اثر ورسوخ سے فائدہ حاصل کرتے تھے۔ بادشاہ علماء کا احترام تو کرتے تھے لیکن ان مشورہ کو اپنے سیاسی نظریات پر اثر انداز نہیں ہونے دیتے تھے۔ بعض معاملات

میں بادشاہ کی مرضی کچھ ہوتی اور علماء کے فیصلے کچھ اور ہوتے، لیکن جب بادشاہ کو یہ احساس ہوتا کہ جن اصولوں پر نظم و نسق چلتا ہے وہ علماء کے بڑھتے ہوئے اختیار کی موجودگی میں ناممکن ہے تو ایسے موقع پر علماء کا زور توڑنے کی کوشش بھی ہوتی تھی۔ انہیں کوششوں میں ایک کوشش "محضر" ہے

مغل حکمراں علماء کے اثر و رسوخ کا استعمال اپنی حکمت عملی کے نفاذ کے لئے کرتے تھے۔ مغل عہد میں رواداری اور ہم آہنگی کا جو پودا پروان چڑھا اس میں علماء کا اثر تھا۔ بادشاہ اورنگ زیب دوسرے مغل بادشاہوں کی طرح علماء کا قدرداں ضرور تھا اور سیاسی مقاصد کے حصول میں انہیں استعمال بھی کرتا تھا لیکن وہ کبھی علماء کے زیر اثر نہیں رہا۔ علماء حکومت کا ایک خاص حصہ ضرور تھے۔ اورنگ زیب نے کوئی قدم بھی علماء کے دباؤ میں نہیں اٹھایا۔ اورنگ زیب نے علماء کو استعمال کیا لیکن علماء اورنگ زیب کا استعمال نہ کر سکے۔

اورنگ زیب کا عہد علمی و مذہبی تصنیفات کے لحاظ سے بہت اہم ہے، اسی عہد میں فتاوی عالم گیری کی تدوین ہوئی جسے علماء ہند بہترین فقہی کتاب تصور کرتے ہیں، اس کے علاوہ علماء نے منطق فلسفہ، عقائد، تفسیر قرآن، علم فقہ اور تاریخ وغیرہ جیسے اہم موضوعات پر اہم کتابیں لکھیں۔ عہد اورنگ زیب میں صاحب تصانیف علماء کی ایک لمبی فہرست نظر آتی ہے، جن میں ملا جیون امیٹھوی، ملا نظام الدین بر ہانپوری، محبّ اللہ بہاری، حافظ امان اللہ بنارسی، نعمت خاں عالی، ابوالبرکات حسام الدین، صفی علی قزوینی، قاضی محمد اعلیٰ تھانوی، شیخ وجیہہ الدین گوپامئوی، شیخ محمد حسین جونپوری، سید علی اکبر سعد اللہ خان اور شاہ عبدالرحیم وغیرہ، یہ تمام علماء متعدد کتابوں کے مصنف رہے ہیں۔

زیر مطالعہ عہد میں شرعی علوم کی سرکاری سطح پر سرپرستی بھی کی گئی۔ نئے مدارس قائم ہوئے۔ لیکن یہ مدارس تخلیقی سرگرمیوں کا مرکز نہ بن سکے۔ یہی وجہ ہے کہ عہد اورنگ زیب نے مذہبی علوم کے لحاظ سے کوئی قابل ذکر تخلیقی فکر کا عالم پیدا نہ ہوا، اس عہد کے علماء میں میر زاہد، ملا محبّ اللہ بہاری ضرور ممتاز ہیں لیکن یہ بھی میر فتح اللہ شیرازی، عبدالحق محدث دہلوی، شیخ احمد سرہندی اور شاہ ولی اللہ کا مقابلہ نہیں کر سکے۔ میر زاہد، ملا محبّ اللہ بہاری، نیز اورنگ زیب کے عہد کے دیگر علماء کو سرکاری سرپرستی بھی حاصل تھی۔ لیکن محض مدرسی عالم بن کر رہ گئے۔

زیر عہد کے علماء اور قضاۃ کے سوانحی مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس عہد میں علماء ظاہر اور علماء باطن دونوں موجود تھے، علماء ظاہر بادشاہ کے خواہشوں کا احترام کرتے اور اکثر صورتوں میں شرع کے خلاف قدم اٹھانے سے بھی دریغ نہیں کرتے تھے۔ وہیں علماء باطن بلا جھجک بادشاہ کے احترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے بڑی خوش اسلوبی سے شرع کے خلاف قدم اٹھانے سے منع کر دیتے تھے۔

الغرض سترہویں صدی کے نصف آخر کے علماء و مشائخ کے مطالعہ سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ سماج میں اچھے اور برے دونوں قسم کے علماء تھے۔ راست گو علماء نے اپنے وعظ و نصائح سے ظالم اور غیر منصف افسروں، ریاکار علماء اور صوفیاء کی سخت لفظوں میں مذمت کی اور ان کی تنقید کا نشانہ وہ علماء ہوتے تھے جو دنیاوی ترقی اور جاہ و حشمت کے خواہاں ہوتے، بادشاہ اور صاحب ثروت کے مصاحب رہتے۔ لیکن دوسری طرف اسی عہد میں ایسے حق گو اور بے خوف علماء بھی موجود تھے جو بادشاہ کی پیش کش کو بھی ٹھکرا دیتے۔ ایسے راست گو علماء بادشاہ، امراء اور حکام سب کی خبر لیتے اور جو ان کے نزدیک غلط ہوتا اسے نصیحت کرتے یہاں تک کہ بایزید جو کہ دہلی کے ایک بزرگ تھے انہوں نے اورنگ زیب سے کہا کہ جب رسول اللہ نے اپنی بیٹیوں کا نکاح کیا تو تم کیوں نہیں اپنی بیٹیوں کا نکاح کرتے۔ علماء اور مشائخ کی رہنمائی اور توجہ نیز ان کی سعی بلیغ سے معاشرہ پر گہرا اثر پڑا اور ان کی تبلیغ سے بہت سے لوگ متاثر ہوئے۔ زیر مطالعہ عہد میں علماء کسی نہ کسی حد تک مذہبی عقائد، معاشرہ اور سماج نیز سیاست پر اثر انداز تھے

مقالہ نگار

علاء الدین خان

شعبہ تاریخ و ثقافت

جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی